صفر 1431ھ / فروری 2010ء

الندوہ ایجوکیشنل ٹرسٹ، چھتر پارک، اسلام آباد، پاکستان۔ 46001

FM 100 اور اس کے علاوہ دیگر مواقع پر

مفتی محمد سعید خان صاحب

کے نشر ہونے والے بیانات کے موضوعات کی فہرست

رَدِّ باطل

تاریخ

یہ تمام موضوعات کیسٹ، سی ڈی اور ڈی وی ڈی میں دستیاب ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِیْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا

اے ہمارے پروردگار یقیناً ہم نے ایک
عظیم الشان دعوت دینے والے شخص کو سنا جو کہ ایمان قبول کرنے کی
دعوت دیتے ہوئے پکار رہا تھا کہ ''لوگو مانو اپنے پروردگار کی'' پھر ہم نے اس کی بات مان لی۔

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ

سوائے ہمارے مالک ہمارے فائدے کیلئے
ہمارے کبیرہ گناہوں سے درگذر فرما اور ہمارے صغیرہ گناہوں کو ہم سے
دور کر دے اور ہمیں اپنے بہت نیک بندوں میں شامل کر کے اپنے پاس بلالے۔

(پ:٤ ۔س: ال عمران ۔آیت ١٩٣)

ماہنامہ المنادی

جلد: 1 | اجراء: صفر 1431ھ / فروری 2010ء | شمارہ: 1

الندوہ ایجوکیشنل ٹرسٹ کا ترجمان

مؤسس و مسؤل
مفتی محمد سعید خان

فہرست مضامین

پتہ برائے خط و کتابت:

ادارہ الندوۃ شفیع پلازہ

بینک روڈ صدر راولپنڈی

ٹیلی فون: 0092-51-5111725

موبائل: 0333-5134333

E-Mail: alnadwa@seerat.net

برائے ترسیل زر:

بنام: الندوۃ ایجوکیشنل ٹرسٹ

اکاونٹ نمبر 01-8637741-01

سٹینڈرڈ چارٹرڈ بینک پاکستان.

پاکستان فی پرچہ: 25 روپے

پاکستان سالانہ: 300 روپے

بیرون ملک سالانہ: 25 امریکی ڈالر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمل کی روح

اللہ تعالی نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل، دور جاہلیت میں، جن لوگوں کو اپنے اپنے قبائل میں عزت وسیادت سے نوازا تھا، اُن میں سے ایک ہستی یثرب (مدینہ منورہ علی منوّرِھا الف الف تحیة وثناء) کے قبیلے "بنوزہرہ" میں "عبد مناف بن زہرہ" کی بھی تھی۔
"عبدمناف" کی اولاد خوب پھیلی اور اُن کے دو بیٹوں ① وہب اور ② مالک کا نام چمکا۔ وہب کی صاحبزادی حضرت آمنہ تھیں، جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ تھیں اور مالک کی کنیت ابووقاص تھی، جن کے صاحبزادے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔
اس طرح سے یہ جلیل القدر صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے رشتے کے اعتبار سے حضرت آمنہ کے چچازاد بھائی اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں لگتے تھے۔
ذیل کے نقشے سے یہ رشتے مزید واضح ہوجائیں گے۔
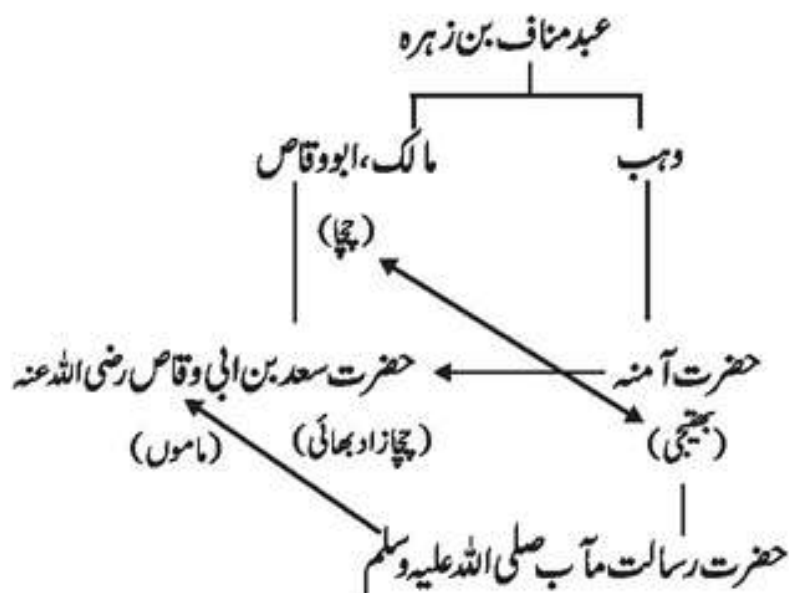
حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اِس ماموں سے کیسی محبت اور اِس رشتے پر کیسا فخر تھا، اِس کا اندازہ اس ایک جملے سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

هذا خالي فليرني امرؤ خاله. یہ (سعد) میرے ماموں ہیں، اور اِن جیسا ماموں کسی کا ہو، تو لا کر دکھائے۔

والدہ کے رشتے ننھیالی ہوتے ہیں اور ننھیال کا یہ رشتہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھا۔[1]

حضرت سعد، طلحہ، زبیر اور علی رضی اللہ عنہم، ہم سِن[2] تھے۔ مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آخری مہاجر صحابی رضی اللہ عنہ یہی تھے جن کا مدینہ منورہ کے قریب، سات میل کے فاصلے پر "عقیق" نامی ایک بستی میں انتقال ہوا۔ لوگوں نے یہ مبارک جنازہ سات میل تک کندھوں پر اٹھایا۔ مسجد نبوی میں نماز ہوئی اور خاک بقیع کے سپرد کیے گئے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سو دعاؤں کی ایک دعا دی کہ:

اللهم استجب لسعد اذا دعاك. اے اللہ یہ سعد جب بھی دعا مانگیں، آپ ان کی دعا قبول فرمالیں۔

یہ مستجاب الدعوات کے مقام پر فائز ہوئے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے، کہ سعد کے ہاتھ

---

[1] عن جابر، قال: أقبل سعد، فقال رسول الله ﷺ: ((هذا خالي فليرني إمرأ خاله)) وانما قال هذا لأن سعداً زهري، و أمّ رسول الله ﷺ زُهْرية، و هو ابن عمها، فإنما آمنة بنت و هب بن عبد مناف بن زهرة، يجتمعان في عبد مناف، و أهل الأم أخوال. (أسد الغابة لعز الدين ابن الأثير رحمه الله تعالىٰ، باب السين والراء، رقم: ٢٠٣٨، ج: ٢، ص: ٤٥٢).

[2] وَقَالَ ابراهيم بن المنذر: كان هو و طلحة و الزبير و علي عذار عام واحد، أي كان سنهم واحداً. (الإصابة لابن حجر العسقلاني رحمة الله عليه. حرف السين المهملة، رقم: ٣٢٠٢، ج: ٣، ص: ٦١).

جب بھی اٹھے، نامراد نہیں پلٹے۔

اگرچہ ان کی ساری زندگی ہی شجاعت سے عبارت تھی لیکن ''احد'' کے دن تو یہ شجاعت اپنے عروج پر تھی۔ مشرکین مکہ کے مقابلے میں یہ تیر پر تیر چلائے چلے جارہے تھے اور خود بنفس نفیس حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تیر اُٹھا اُٹھا کر انہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ اِس دن تیر اندازی کا معرکہ بپا ہوگیا۔ مشرکین مکہ بھی کب باز آنے والے تھے، ان کے تیروں کی بارش نے حضرت طلحہ الخیر، والجود والفیاض رضی اللہ عنہ کا بازو شل کردیا اور ان کے ایک بازو پر ستر 70 تیر پیوست ہوگئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار تیر چلائے، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یہ منظر ملاحظہ فرمارہے تھے اور ارشاد فرمایا:[1]

إرم فداك أبي و أمّي، إرم أيها الغلام الحَزَوَّر.	تیر چلا سعد! میرا باپ اور میری ماں تیرے صدقے، اٹھتی جوانی کے چھیلے جوان تیر چلا۔

پورے ذخیرۂ حدیث کو چھان لیجیے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کبھی کسی کے لیے اِس شرف کا اظہار فرمایا ہو، بس یہ حضرت سعد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ہی تھے جن دونوں کو آپ نے فرمایا تھا ''میرے ماں باپ تم پر قربان''

اس شجاعت اور بانکپن نے اُن میں ایک جذبہ پیدا کردیا۔ اور وہ جذبہ کیا تھا، اُن کے بیٹے حضرت مصعب بن سعد زھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''میرے والد نے یہ سمجھا کہ ان کے مقابلے میں باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن جیسے بہادر نہیں ہیں، انہیں اُن لوگوں پر کچھ برتری حاصل ہے، تو حضرت

---

[1] قال علي بن أبي طالب: ماجمع رسول اللهﷺ أباه وامه لأحد إلّا لسعد بن أبي وقاص ، قال له يوم أُحد: ((إرم فداك أبي و أمّي، إرم أيها الغلام الحَزَوَّر)) و قدروى أنه جمعهما للزبير بن العوام أيضاً، قال الزهري: رمى سعد يوم أُحد ألف سهم (أسد الغابة لإا بن الأثير، باب السين و الراء، ج: ٢، ص: ٤٥٤.)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ضعیف اور کمزور لوگوں کی وجہ سے، اُن کی دعائیں قبول فرما کے اور اُن کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے اس اُمت کی مدد کرتا ہے''۔[1]

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ نکتہ سمجھایا کہ عروج و فتح صرف شجاعت ہی کی مرہون منت نہیں بلکہ آہِ سحر گاہی اور بہت سے خاموشی سے اُٹھنے والے ہاتھ بھی فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔ متعدد احادیث میں اس حقیقت کو واشگاف کیا گیا ہے کہ وہ ضعیف و ناتواں جو اسبابِ ضرب و حرب سے محروم ہوتے ہیں، وہ بچے جو خود اپنی پرورش کا سامان نہیں کر سکتے، وہ عورتیں جو خود کسی کی دستِ نگر ہوتی ہیں اور وہ غرباء جو نان جویں تک کے محتاج ہوتے ہیں، اُن کی دعائیں رنگ لاتی ہیں، ان کا اخلاص، قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں مرتب کرتا ہے۔ ماہر تیر انداز کا تیر دن کی روشنی میں خطا کر جاتا ہے لیکن ان ضعفاء کی آہیں شب تاریک میں اپنے نشانوں کو جا ڈھونڈتی ہیں۔
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اسی جذبے کے متعلق صحیح بخاری میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:[2]

هل تنصرون و ترزقون الا بضعفا ئكم؟

تمہیں جو دشمنوں پر فتح نصیب ہوتی ہے اور ہر طرح کا رزق دیا جاتا ہے تو یہ صرف تمھارے کمزور لوگوں ہی کی وجہ سے تو ہے۔

---

[1] عن مصعب بن سعد عن أبيه أنّه ظنّ أنّ له فضلاً على من دونه من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فقال نبى الله صلى الله عليه وسلم: إنما ينصر الله هذه الأمة بضعيفها بدعوتهم وإخلاصهم. (سنن النسائى، كتاب الجهاد، باب الإستنصار بالضعيف، ج:٦،ص:٤٥،رقم الحديث:٣١٧٩).

[2] بخارى، كتاب الجهاد و السير، باب من استعان بالضعفاء و الصالحين فى الحرب، ص:٥٨٩.رقم الحديث: ٢٨٩٦.

ہادیٔ برحق اور صادق مطلق صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا دیا کہ جن لوگوں کو نکما اور بے کار سمجھ کر ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے، جو در بدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں، سوسائٹی انہیں اپنا بوجھ سمجھتی ہے اور ان کے ساتھ نسبت باعثِ عار سمجھی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے اگر مدد چاہیے ہو اور رزق کے دروازے کھلوانے ہوں تو پھر انہی خرقہ پوشوں کے در پر دستک دو اور پھر اس درویش کا اخلاص پیاسی زمینوں کو سیراب کردے گا۔
صحیح عقیدے کے بعد صحیح علم اور پھر صحیح عمل کی منزل ہے اور جب تک عمل میں اخلاص نہ ہو وہ تن مردہ ہے، جس سے دین و دنیا، کسی بھی جہاں میں فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔
اللہ تعالیٰ کے ہاں اخلاص مطلوب ہے، اسی لیے ارشاد ہوا ہے کہ:

فَاعْبُدِاللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ.
(پ:۲۳،سورۃالزمر، آیت: ۲)

سو اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ تمہاری بندگی صرف اسی کے لیے ہو۔

یعنی یہ کہ میری عبادت کرنے والے کی عبادت میں اخلاص ہو۔
ایک دوسرے مقام پر حکم ہے:

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًالَّہُ الدِّیْنَ. (پ:۲۳،سورۃالزمر، آیت: ۱۱)

آپ فرمادیجیے کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بندگی، ایسی کروں کہ میری عبادت صرف اسی کے لیے ہو۔

تیسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ.
(پ:۲٤. سورۃ:المومن، آیت: ١٤)

سو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو، اس طرح کہ تمھاری بندگی خالص اسی کے لیے ہو، اور خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔

ہر مقام پر اخلاص کا مطالبہ ہے۔
سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اخلاص کا مطلب کیا ہے؟
عرب مکھن کو خالص گھی بنانے کے لیے مکھن میں ستو یا کھجوریں ڈال کر اسے تپاتے تھے اور مکھن کی

آمیزش اس ستو یا کھجوروں میں جذب ہوکر خالص گھی باقی رہ جاتا تھا، اس خالص گھی کو وہ "اَلْخِلَاص" کہتے تھے، اسی طرح وہ سونا یا چاندی جسے تپا کر وہ خالص کر لیتے تھے، اس کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا تھا۔

یعنی وہ چیز جو ہر طرح کی آمیزش سے پاک ہوکر استعمال کے لیے تیار ہو[1]۔

خَلَصَ الماءُ مِنَ الکِدْرِ. پانی کو آمیزش سے صاف کرلیا۔

یعنی نتھرا ہوا پانی، "خالص" سفید رنگ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دیگر رنگوں کی آمیزش سے صاف ہوتا ہے اور سورۂ اخلاص کا نام "اَلْاِخْلَاص" اسی لیے ہے کہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی واحدنیت اور اُس کی صفات کا ذکر ہے۔ اور کسی بات کا بیان اس میں نہیں ہے، جو کوئی بھی اس کی تلاوت، ترجمہ یا تفسیر کرتا ہے، صرف وحدتِ ذاتِ باری اور صفاتِ علیّہ کے محور میں ہی رہتا ہے۔ اس لیے "اِخْلَاصْ" کا مفہوم یہ ہے کہ انسان نیکی کا ہر کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کرے۔ لغت کے امام، امامِ راغب اصفہانی نے اخلاص کی حقیقت واضح کی ہے کہ:[2]

اَلتبرّی عن کل مادون اللہ تعالیٰ. اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک سے کنارہ کش ہوجانے کا نام ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کسی شخص کا منتہائے نظر اور ملجا و ماویٰ صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی رہ جائے گی تو پھر وہ کیوں کسی کے دکھلانے یا کسی سے تعریف سننے یا کسی سے داد پانے کے لیے، کوئی نیکی کرے گا۔ اس لیے کتاب و سنت میں جس اخلاص پر زور دیا گیا ہے اور اسے تمام عبادات کی روح قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ انسان اپنی نیت کو جانچے اور ہر اچھے کام میں رضائے خداوندی پیشِ نظر رہے۔

غرباء و مساکین یا وہ افراد جو ضروریات زندگی کی فراہمی میں دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں، ان کی

---

[1] (خلص) الخاء واللام و الصاد أصل واحد مطرد، وھو تنقیۃ الشیء و تھذیبہ و یقولون: خلصتہ من کذا و خلص ھو. و خلاصۃ السمن: ما أُلقی فیہ من تمر أو سویق لیخلص بہ. (معجم مقاییس اللغۃ، خلص، ج:۲، ص:۲۰۸)، (لسان العرب، خلص، ج:٤، ص:۱۷٤).

[2] المفردات، خلص، ص:۲۹۲.

دعاؤں میں بہت خلوص ہوتا ہے اور جب وہ اخلاص کے ساتھ دعا مانگتے ہیں تو بابِ قبولیت کھل جاتا ہے اُن کی عبادت بے ریا ہوتی ہے اس لیے وہ بھی قبولیت کا درجہ پاتی ہے اور حُسنِ نیت یا اخلاص جو رضائے الٰہی کی پہلی شرط ہے، وہ اس شرط کو بدرجۂ اتم پوری کرتے ہیں تو انہیں اس کا وہ صلہ ملتا ہے جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ ان کی دعاؤں، اخلاص اور بے ریا عبادت سے اُمت کی مدد کی جاتی ہے۔

وہ صدقہ جو خاموشی اور بغیر شہرت کے کیا جائے، اس صدقے سے افضل ہے جس میں شہرت پائی جائے اور اس قدر افضل ہے کہ ایک طویل حدیث میں یہ جملہ آیا ہے:[1]

صدقة السرّ تطفیٔ غضب الرّبّ. پوشیدہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

اس کی وجہ کیا ہے؟

ہم لوگ دن رات طرح طرح کی نافرمانیوں میں مبتلا رہتے ہیں، صبح وشام اللہ تعالیٰ کی معصیت میں وہ حرکتیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان حرکتوں پر غصہ آتا ہے، قریب ہے کہ غضبِ الٰہی کا نزول ہو جائے لیکن جب کوئی پوشیدہ صدقہ کر دیتا ہے تو ایک تو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ میرے اس بندے کی یہ عبادت مکمل اخلاص پر مبنی ہے۔ اس صدقے میں کوئی ریا کاری نہیں حتیٰ کہ اس صدقے کو لینے والے کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلصانہ اور بے ریا عبادت سے خوش ہوتا ہے اور دوسرے وہ غریب اور محتاج جس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہو رہی ہوتی ہیں تو یہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[2]

لأن أتصدق بخاتمی أحب إلي من ألف درهم أهديها إلي الكعبة. یہ نیکی مجھے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنی انگوٹھی کسی محتاج کو صدقے میں دے دوں، بجائے اس کے کہ میں

---

[1] المعجم الأوسط، باب الألف من اسمه أحمد، رقم الحديث:٩٤٣، ج:١، ص:٢٧٣.

[2] المعجم الاوسط للطبرانی، باب الالف، من اسمه احمد، ج:١، ص:٤٠٩، رقم الحديث: ١٥٠١.

ایک ہزار سکے (درہم) کعبۃ اللہ میں خیرات کے لیے بھیجوں۔

اللہ تعالیٰ ایسے شریف، پردہ دار، سفید پوش جو کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے لیکن درحقیقت محتاج ہوتے ہیں اور پیشہ ور بھکاری نہیں ہوتے، ان کی مدد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اس کی خوشی دینے والے کے شامل حال ہوتی ہے اور پھر اس محتاج کے دل سے بھی دعا نکلتی ہے جو کہ قبولیت کا درجہ پاتی ہے تو یہ ① دعا ② اللہ تعالیٰ کی خوشی ③ نیکی کی قبولیت یہ سب مل کر اس غضب کی آگ کو بجھا دیتی ہیں جو غضب کی آگ ہمارے بداعمالیوں کی پاداش میں نازل ہو جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔

پوشیدہ صدقہ اس لیے افضل ہے کہ اس میں اخلاص زیادہ ہے۔ان احادیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ انسان اپنی عبادتوں کی تعداد بڑھانے کی بجائے ان میں اخلاص کے ذریعے وزن پیدا کرے۔ایک ہزار نفل جو لوگوں میں عبادت گذار مشہور ہونے کی غرض سے پڑھے جائیں، ان سے صرف وہ دو نفل بہتر ہیں جو تنہائی میں محض اپنے گناہوں کی معافی اور اپنے رب کی خوشی حاصل کرنے کی نیت سے ادا کیے جائیں۔

اہل صدق وصفا کے نزدیک تو عبادات کے باب میں مخلوق کا وجود ماننا، شرکِ معنوی سے کم نہیں، کل مخلوقات کی نفی کرے اور صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کا اثبات کرے۔تمام مخلوق کو مردہ سمجھ کر ان کا جنازہ پڑھ دے اور اس ذات کے سامنے ہاتھ پھیلا دے، اس کی بندگی کرے، اس کی خوشی کا جتن کرے اور اس کا نام جپے، جو حیّ وقیوم ہے اور دائم وباقی ہے۔خلیفۂ عادل حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنھما نے مدینہ منورہ ایک خط تحریر فرمایا جو کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام تھا، اور درخواست کی کہ:[1]

أن اكتبي اليّ كتاباً توصيني فيه ولا تكثري عليّ. مجھے اس خط کے جواب میں کوئی مختصر سی نصیحت تحریر فرمادیں۔

---

[1] كتب معاوية إلى عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها، أن اكتبي اليّ كتاباً توصيني فيه، ولا ......

جواباً یہ تحریر ارسال کی گئی:

''سلام کے بعد یہ کہ میں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی رکھے گا، اگرچہ لوگ اُس سے ناخوش ہوا کریں تو انجام کار اللہ تعالیٰ لوگوں کو بھی اُس سے راضی کر دے گا اور جو شخص لوگوں کو خوش کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، تو پھر ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں ہی کے سُپرد کر دیتا ہے. والسلام۔''

اخلاص اور اس کی حقیقت، یہ نصیحت ہے اور اس قابل ہے کہ اسے پلّے باندھ لیا جائے۔

تمام عمر اس فکر میں گذر جاتی ہے کہ لوگ ہم سے خوش رہیں، ہماری عزت کریں، ہم اُن کی نگاہوں میں معزز ٹھہریں۔ ہر حکم پر آخری دستخط ہمارے اور ہر جلسے میں ہم مہمان خصوصی اور آخری مقرر ہوں، یہ سب ڈھکوسلے ہیں اور یہ تمام افعال اور خواہشات مکر پر مبنی ہیں، اخلاص یہ نہیں ہے، اخلاص تو یہ ہے کہ ہر نیکی کے کام میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو خوش رکھنے کی نیت اور کوشش کرے اور تمام مخلوق کا جنازہ پڑھ دے۔

عظیم مقاصد کے لیے رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھ کر اُٹھے اور مخلصین کو دعوت دے، کوئی ساتھ دے تو بسم اللہ، اور نہ دے تو صاف کہے کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ	میری نماز اور میری قربانی اور میری تمام زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے، جو پروردگار ہے تمام کائنات کا، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے

...... تكثرى علي،فكتبت عائشة رضي الله عنها الى معاوية: سلام عليك. أما بعد: فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من التمس رضاء الله بسخط الناس كفاه الله مونة الناس، ومن التمس رضاء الناس بسخط الله وكله الله الىٰ الناس، والسلام عليك. (سنن الترمذي، كتاب الزهد، رقم الباب: ٦٤، رقم الحديث: ٢٤١٤).

لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ
(پ:۸،سورۃ الانعام، آیت: ۱۶۳، ۱۶٤)

یہی حکم ہوا ہے(کہ میں اعلان کردوں)اور میں اس کے احکامات پر سب سے پہلے سر تسلیم خم کرنے والا ہوں۔

کیا خوب کہا ہے کبیر داس نے:

کبرا کھڑا بجار میں، لئے لواٹھا ہاتھ
جو گھر جارے آپنا چلے ہمارے ساتھ

اس راہ میں کبھی وہ مقام بھی آتے ہیں جہاں سہارا، فقط اللہ ہی کی ذات ہوتی ہے اور مخلص آدمی اس مقام کو بآسانی اس لیے عبور کر لیتا ہے کہ وہ اس سے قبل بھی اسی بے نیاز پر تکیہ کیے ہوا تھا۔

سو جو اخلاص کا دم بھرے، اس ضعیف کی صدا کب رائیگاں جاتی ہے، ان سب غرباء کی دعائیں اور بد دعائیں جلد یا بدیر رنگ لا کر ہی رہتی ہیں۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ ارشاد فرماتے تھے کہ اُنہیں یہ آپ بیتی حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے سنائی تھی:

قصہ کچھ یوں تھا کہ تقسیم ہندوستان کے بعد جب ریاست بھوپال کو ہندوستان میں شامل کر لیا گیا تو وہاں کے بعض مسلمانوں کو زندگی کے کچھ کٹھن دن، دیکھنے پڑے چیف کمشنر جو کہ مسلمان تھے لیکن نماز و روزہ سے کوسوں دور، وہ بھی اس دارو گیر میں آگئے اور ان پر مقدمہ قائم ہو گیا۔ ایک غریب حافظ قرآن کو انہوں نے ساتھ لیا اور خانقاہ مجددیہ بھوپال میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت کے سجادہ نشین حضرت مولانا شاہ یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے وقت کے شیخ کامل اور عارف باللہ تھے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی الندوی رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر اُن کے علوِ مرتبت کے قائل رہے اور بارہا اُن کا تذکرہ بہت شوق و محبت سے، اُس زبان شیریں بیاں سے سُنا گیا۔

چیف کمشنر صاحب نے اُن حافظ صاحب کو پیش کیا اور عرض کیا کہ مجھے مصائب و تکلیف سے چھٹکارے

کے لیے کچھ پڑھنا تو آتا نہیں، جناب والا ان کو کچھ تلقین فرمادیں تو یہ میرے واسطے پڑھ لیا کریں گے۔
حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی وظیفہ تلقین فرما دیا اور وہ حافظ صاحب کچھ عرصہ اس وظیفے کو پڑھتے رہے۔

فیصلے کے دن قریب آگئے اور اس وظیفے کا کچھ اثر ظاہر نہ ہوا۔ایک دن چیف کمشنر صاحب نے ان حافظ صاحب کو گاڑی پر بٹھایا اور اپنے ساتھ ایک جنگل میں لے گئے اور کہنے لگے:

حافظ جی اتنے دن بیتے اور آپ کلام الٰہی پڑھتے رہے مگر کچھ اثر ظاہر نہ ہوا، میں یہ مان ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں اثر نہ ہو اور میری مشکل حل نہ ہو، میں آپ کو صاف صاف کہتا ہوں کہ دیکھیے اگر اس مقدمے میں مَیں ہار گیا تو آپ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا میں نے پہلے بھی بہت قتل کیے ہیں اور اگر اس مقدمے میں کچھ ہو گیا تو جیل جانے سے پہلے آپ کی تکہ بوٹی کر کے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دوں گا اور لوگ ڈھونڈتے پھریں گے کہ حافظ صاحب کہاں گئے۔

اب بے چارے حافظ صاحب بہت گھبرائے اور خانقاہ مجددیہ بھوپال کا رُخ کیا، حضرت شاہ یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام معاملہ سمجھ گئے اور نہایت پُر حکمت جواب دیا، فرمایا: حافظ صاحب مجھے کچھ معلوم نہیں، اب آپ اپنی جان کی فکر کیجیے۔

حافظ صاحب اور گھبرا گئے، پلٹے اور نہایت آہ وزاری سے بارگاہِ خداوندی میں التجا و دعا کرتے رہے یہاں تک کہ چیف کمشنر صاحب باعزت طور پر الزامات سے بری ہو گئے۔

حضرت ندوی نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے تھے کہ دو باتوں پر غور کیجیے...... ایک تو یہ کہ وہ کمشنر صاحب جیسے بھی گنہگار تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام پر یقین کتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جائے اور کچھ اثر نہ ہو ، یہ نہیں ہو سکتا، اور دوسرے یہ کہ اپنی جان کے جو لالے پڑے تو حافظ صاحب نے جس اخلاص سے دعا، کی وہی اخلاص مطلوب ہے۔اس اخلاص سے کایا پلٹ گئی اور بگڑا ہوا کام سنور گیا۔

لوگ عام طور پر یہ شکایت کرتے ہیں کہ اُن کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا کے

آداب پورے نہیں کیے جاتے۔دعا قبول ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ مانگنے والا کھانے، پینے، لباس اور اپنے سفر کے اخراجات وغیرہ کے لیے جو رقم خرچ کرتا ہے، اسے حلال اور جائز ذرائع سے کمایا گیا ہو، اکلِ حلال کے بغیر قبولیتِ دعا محال ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مانگنے والا ہر حال میں سچ بولنے کی روش اختیار کرے، گواہی کی زد اگر چہ والدین، اولاد، رشتے داروں اور احباء تو درکنار اپنی ذات پر بھی پڑتی ہو تو بھی جھوٹ کے قریب نہ جائے، صدق مقال قبولیت کی بنیادی شرط ہے۔

اور تیسری شرط اخلاص ہے کہ آدمی جو کچھ بھی مانگے صدقِ دل سے مانگے۔اخلاص کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور اخلاص ہی کے ساتھ دعا کے الفاظ ادا کرے، یہی وہ دعا اور نماز تھی جس نے اُمت کی تقدیر بدل دی تھی اور اب بھی وہی دعا اور نماز ہے لیکن بے روح...... اسلاف کی دعا اور نماز مخلصانہ اور ریا سے خالی تھی اور اب صورت حال بالکل مختلف ہے۔اخلاص کا فقدان اور ریا کاری کی کثرت نے نیکیوں کی روح نکال دی ہے۔

ہر ہر فرد کو عمل سے پہلے یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ عمل کی اصل قدر و قیمت اخلاص کی وجہ سے ہے اور اس کے بغیر عمل بے روح ہے اور بے روح عمل کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں۔

فبسمك اللهم بدأناهذه الجريدة المسماة. "المناد" فتقبلها منا و اجعلها خالصة لك، واجعلنا مخلصين لك في الدنيا واحشرنا في زمرةالمخلصين عندك يوم الدين، وصلّ وسلّم وبارك اللهم على سيدالانبياء والمخلصين، خاتم النبيين والمعصومين وعلى اله و اصحابه و ذرّيته اجمعين. برحمتك يا أرحم الراحمين.

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ریڈیو F.M 100 اسلام آباد پچھلے دس برس سے دو، دینی اور اصلاحی پروگرام ''الفرقان'' اور ''عبقات'' ہر ہفتے اپنے سامعین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو بلا ناغہ، ہر موسم میں صبح 6:00 بجے سے لیکر 7:00 بجے تک پروگرام ''الفرقان'' پیش کیا جاتا ہے اور جمعۃ المبارک ہی کے دن، بعد از نمازِ جمعہ، دوپہر 2 بجکر 15 منٹ سے لیکر 3:00 بجے تک پروگرام ''عبقات'' پیش کیا جاتا ہے۔

''للہ الحمد و المنۃ'' کہ آج سے دس برس قبل جب یہ پروگرام شروع ہوئے تھے، تو ان کی ریکارڈنگ کی مانگ اسی وقت سے شروع ہوگئی تھی اور یہ طلب بغیر کسی وقفے کے آج تک جاری ہے۔

''الفرقان'' اور ''عبقات'' اب عالمی سطح پر سنے جا رہے ہیں اور ان کی کیسٹس اور سی ڈیز کی مسلسل طلب اور اس تشنگی کی سیرابی کے لیے مارچ 2004ء میں ایک ادارہ ''المناذ'' قائم کیا گیا تھا جس کا بنیادی مقصد، اسلام کے علمی اور اصلاحی پیغام کو جو کہ ''الفرقان'' اور ''عبقات'' کے ذریعے پیش کیا جا رہا ہے اور انتہائی اعتدال پر مبنی ہے، عام کرنا ہے۔

سامعین کی روزِ اول ہی سے یہ خواہش تھی کہ اِن دونوں پروگراموں کو شائع بھی کیا جائے تا کہ یہ علمی اور اصلاحی بیانات بطور حوالہ کام آسکیں۔

تا آنکہ 2010ء میں توفیق الٰہی سے ادارہ ''المناذ'' کو یہ سعادت میسر ہوئی اور اب فروری 2010ء، بمطابق محرم الحرام ۱۴۳۱ھ سے باقاعدہ اِس اشاعت کا آغاز کیا جارہا ہے۔

''المناذ'' ہی کے نام سے اس ماہنامے کا اجراء کیا جارہا ہے اور اس میں ''الفرقان'' اور ''عبقات'' میں پیش کیے جانے والے تمام پروگرام بغیر کسی خاص ترتیب کے تحریری صورت میں پیش کیے جائیں گے۔

''الفرقان'' اور ''عبقات'' دونوں پروگرام ریڈیو F.M 100 پر آج سے دس برس قبل جب شروع ہوئے تھے، تو اس وقت سے لیکر آج تک اس کے واحد مقرر جناب مفتی محمد سعید خان صاحب ہی رہے ہیں، ''المناذ'' اُنہی کی تحریرات اور اُن بیانات کا مجموعہ ہے۔ اُن کے بیانات کی تعداد اب تک تقریباً دو ہزار سے تجاوز کر چکی ہے اور یہ بیانات بآسانی www.seerat.net ویب سائٹ پر آسانی سے سنے جاسکتے ہیں۔

جناب مفتی صاحب، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور وفاق المدارس سے فارغ شدہ باقاعدہ عالم دین ہیں اور مزید جو کچھ بھی ہیں اس کا اندازہ ان کی تحریرات کے

مطالعے اور تقریرات کے سننے سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

''المناذ'' ہی کی درخواست پر جناب مفتی صاحب نے ''المناذ'' کے لیے باقاعدہ مضامین لکھنے شروع کیے ہیں۔ قارئین ان شاء اللہ ہر ماہ ان مضامین کو پڑھ بھی سکیں گے اور ''الفرقان'' اور ''عبقات'' کے سامعین اب ان دونوں نشریات کا، تحریری صورت میں مطالعہ بھی فرماسکیں گے۔

درخواست صرف یہ ہے کہ جو کچھ بھی ''المناذ'' میں پڑھا جائے حتیٰ الوسع اس پر عمل بھی کیا جائے۔

مندرجہ ذیل بیان 16 جولائی 2004ء کو پروگرام ''الفرقان'' میں ریڈیو FM.100 اسلام آباد سے نشر کیا گیا۔

جن قوانینِ فطرت کے تحت انسان اس دنیا میں زندگی گذارتا ہے، ان میں اسے ہر قسم کے حالات کے اتار چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خوشی اور غمی، صحت اور بیماری، زندگی اور موت سبھی سے واسطہ پڑتا ہے اور ان احوال میں متقی سے متقی انسان ہو یا کوئی فاسق وفاجر، سب برابر ہیں۔ البتہ ان کے احوال کی وجہ سے نتائج میں فرق ہوتا ہے۔

انسانی زندگی میں پیش آنے والے اِن حالات میں بیماری ایک ایسی چیز ہے جس سے کم وبیش ہر انسان کو واسطہ پڑتا ہے اور بسا اوقات ایک فرد سے لے کر پورا گھرانہ اور کبھی پورا خاندان، اس کے اثر سے

محفوظ نہیں رہ سکتا۔ایک اچھا خاصا صحت مند انسان ہے، تندرست وتوانا، اپنے کام میں مگن ہے، ایک دم سے بیمار ہوا اور ساری تندرستی وتوانائی یک لخت موقوف ہوگئی۔حتیٰ کہ معمولی بخار ہی اُسے صاحب فراش بناڈالتا ہے۔اب نہ کما سکتا ہے، نہ چل پھر سکتا ہے بلکہ دوسروں کو معاش میں سہارا دینے والا خود محتاج ہوجاتا ہے۔اب کبھی تو بیماری سے مکمل شفا پاجاتا ہے اور کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ کسی بیماری کے اثر سے معذور ہوجاتا ہے جیسے فالج وغیرہ۔اسی طرح کبھی یہ بیماری موت کا پیش خیمہ بن جاتی ہے اور زندگی ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

ایسے حالات اُس شخص پر بھی آسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرماں بردار ہے اور اُس پر بھی جو نافرمان اور فاسق وفاجر ہے البتہ دونوں کی بیماریوں کے نتائج میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔

بیماریوں کے اسباب وعلل اور روک تھام اور علاج پر تو طب اور میڈیکل کی پوری تاریخ مرتب ہو چکی۔ نئی سے نئی تحقیق اور نئی سے نئی بیماریاں اور اُن کے اسباب وعلاج کا سلسلہ صدیوں سے جاری وساری ہے البتہ ان کی ایک حقیقت اور سبب، وہ بھی ہے جو صرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور وحی کے علوم سے ہم تک پہنچا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت وقدرت، ملکیت وربوبیت اور علم وحکمت، کی صفات کا اظہار ہے، جن کے تحت وہ اپنے بندوں کو زندگی وموت، صحت وبیماری، نرمی وسختی اور اچھے بُرے حالات میں سے گذارتا اور آزماتا ہے۔اس کے نتیجے میں نیک وبد، مومن وکافر اور مخلص ومنافق کو الگ الگ کرتا ہے اور ہر ایک اپنے اپنے درجے میں اس کا نفع پاتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی فاسق وگنہ گار مومن بیمار ہوتا ہے تو اُس کے نتیجے میں اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔جب وہ اپنی تکلیف وبیماری میں اللہ کے حضور گڑگڑاتا، اور اپنے عجز اور ضعیفی کا اظہار کرتا ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔بیماری سے اس کے اندر کی بہیمیت مغلوب ہوتی ہے اور پاکیزگی اور مَلَکیت (فرشتوں کی صفات) غالب آتی ہے۔اس عالم میں خدا کی یاد سے اُسے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔شدید غم اور تکلیف میں کی گئی

التجائیں اور تضرّع اور خشوع سے مانگی گئی دعائیں، حظیرۃ القدس تک پہنچتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب کا مقام ہے اوران کے اثرات یہ مومن بندہ دنیا اور آخرت دونوں میں محسوس کرتا ہے۔

اسی طرح بسا اوقات کسی مومن سے ایسا گناہ اور معصیت سرزد ہو جاتی ہے، جس کا ازالہ وہ نہیں کر پاتا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے اپنے بعض ایسے بندوں کو کسی شدید آزمائش، مصیبت یا بیماری میں مبتلا فرما دیتے ہیں جو بظاہر بڑی تکلیف دہ حالت ہوتی ہے مگر انجام کار وہ اس حال میں اپنے مالک کے پاس پہنچتا ہے کہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو چکا ہوتا ہے اور جہنم کے تزکیے سے بچ جاتا ہے۔ ایسی مصیبتوں کی مثال تو ایک ایسے بدصورت، مکروہ اور خوفناک شکل قاصد کی سی ہے۔ جس کو اپنے دروازے پر کھڑے پا کر کوئی آدمی دہشت زدہ ہو جائے اور وہ جاتے ہوئے لاکھوں/کروڑوں روپے کا چیک پکڑا جائے کہ صاحب یہ آپ کے لیے آیا ہے۔ تو اس کی صورت ہٹنے کے بعد اتنا بڑا انعام پا کر ایک غریب کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا جو ایک کیا کئی زندگیوں میں بھی محنت کر کے اتنی بڑی رقم اکٹھی نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے ہی بعض روحانی امراض اور بُرے اخلاق کا علاج بھی ان بیماریوں سے ہو جاتا ہے۔ بہت سے متکبّر، ظالم اور بے حس انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں سبعیّت و بہیمیّت (درندگی) اس درجہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ اپنے ماتحتوں، حتیٰ کے اپنے بیوی بچوں کے لیے اذیت کا باعث ہوتے ہیں۔ دوسروں کی توہین و تذلیل اور چھوٹوں کی مار پیٹ ان کی انا، کبر اور حیوانیت کی تسکین کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ایسے بہت سے لوگ جب کسی اچانک شدید حادثے کا شکار ہوتے ہیں یا کسی بڑی بیماری کے شکنجے میں پھنس جاتے ہیں تو ان کی پہلے اور بعد کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے۔ موت کی جھلک، اپنی بے بسی اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور قدرت کا اظہار بعض مرتبہ ایسے لوگوں کے لیے توبہ اور رشد و ہدایت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

نوعِ انسانی کی تاریخ میں ایسے کئی فرعونوں، ظالموں اور ملحدوں کے حالات مل جاتے ہیں جنھوں نے

ساری زندگی خدا کی نافرمانی اور اپنے نفس کی حکمرانی میں بسر کی ہوتی ہے۔ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی گمراہی کا ذریعہ بنتے ہیں لیکن جب کوئی شدید مصیبت اور بیماری انہیں بے بس کر کے موت کے سامنے کھڑا کر دیتی ہے تو اس وقت انہیں وہ تمام قوتیں، نظریات اور فلسفے ہواؤں میں اُڑتے دکھائی دیتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ فلسفی اور لیڈر کہلاتے تھے اور بے اختیار اُن کی نگاہیں اُس بڑی طاقت، خدائے وحدہٗ لاشریک سے التجا کرتی دکھائی دیتی ہیں جس کے انکار اور اپنے اظہار میں اُن کی صلاحیتیں اور وقت صرف ہوا ہوتا ہے۔

ایسے ہی بیماری اور مصیبت کی حکمتوں میں سے ایک وہ حکمت بھی ہے جو صرف لسانِ نبوّت ہی بیان کر سکتی تھی، حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

> ”ایک بندہ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا بلند مقام طے ہو جاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے نہیں پاسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی جسمانی یا مالی تکلیف میں یا اولاد کی طرف سے کسی صدمہ اور پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پھر اُس کو صبر کی توفیق بھی دے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ (ان مصائب و تکالیف اور اُن پر صبر کرنے کی وجہ سے) اُس بلند مقام پر پہنچا دیتے ہیں جو اس کے لیے پہلے سے طے ہو چکا تھا“۔[1]

اِس کے باوجود بھی اگر کسی کو اپنی کسی بیماری اور تکلیف کی کوئی حکمت سمجھ نہ آتی ہو تو اُسے چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم السّلام کی حیاتِ طیّبہ پر غور کرے جو اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ برگزیدہ اور چنے ہوئے افراد تھے اور انسانوں میں سب سے زیادہ تکالیف اور پریشانیاں انہیں کو دیکھنی پڑیں۔ حتیٰ کہ مسند احمد وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فالج انبیاء علیہم السّلام کی بیماری تھی اور وہ اللہ کے ایسے بندے تھے کہ جن کو فالج ہو جاتا تھا وہ آخر وقت تک اللہ کے گھر میں اسی کی یاد میں یکسو رہتے تھے۔ ان نفوسِ قدسیہ میں ایسے بھی تھے جن کو شدید تکالیف اور بیماریوں میں مبتلا کیا گیا، ایسے بھی تھے جن پر پتھر

---

[1] سنن أبي داود، ج:٢، ص: ٣٩١، باب الأمراض المكفرة للذنوب، كتاب الجنائز، رقم الحديث: ٣٠٩٠.

برسائے گئے، حتیٰ کہ خدا کی راہ میں ناحق شہید کردیا گیا۔(علیہم الصلوۃ و السّلام) ایسی ہی بے شمار مثالیں اولیاء کرام اور عام مومنین کی زندگیوں میں بھی ملیں گی جن سب کے لیے حضرت رسالت مآب ﷺ کا یہ فرمان بشارت کا درجہ رکھتا ہے:

”قیامت کے دن جب ان بندوں کو جو دنیا میں مبتلائے مصیبت رہے، ان مصائب کے عوض اجر وثواب سے نوازا جائے گا تو (وہ اس قدر عظیم الشان چیز ہوگی کہ) جو لوگ دنیا میں ہمیشہ آرام وچین سے رہتے تھے، حسرت کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں“۔[1]

مسلمان کے گناہ اور تکالیف

مشکوۃ شریف کی ایک روایت کے آخر پر آتا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، خواہ بیماری ہو یا کچھ اور، تو اللہ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتے ہیں، ایسے ہی جیسے خزاں کے موسم میں درخت اپنے پتے کھودیتا ہے، جھاڑ دیتا ہے“۔[2]

مومن اور منافق کے حال کا فرق

صحیح مسلم کی روایت میں آتا ہے:

حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا حال تو اس تر وتازہ کھیتی جیسا ہے، جس کی

---

[1] سنن ترمذی، ص: ۱۷۹، باب فی أعظم ثواب أهل البلاء، کتاب الزهد، رقم الحدیث: ۲۴۰۲.

[2] مشکاة المصابیح، ج: ۲ ص: ٦١٤، باب عیادة المریض و ثواب المرض، الفصل الأول، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ١٥٣٨.

پتلی اور نازک شاخ کو ہوائیں اِدھر اُدھر گراتی رہتی ہیں، کبھی جُھکاتی ہیں، کبھی اُٹھاتی ہیں۔
اس کی روش یوں ہی رہا کرتی ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت آجاتا ہے۔اور منافق
آدمی کی مثال اس مضبوط اور جمے ہوئے صنوبر (چیڑھ) کے درخت کی سی ہے جس پر کوئی
آفت نہیں آتی پھر جب اس کا وقت پورا ہوجاتا ہے تو ایک دم جڑ سے اُکھڑ کر جا پڑتا ہے''۔[1]

اِس حدیث شریف میں مومن اور منافق کی کچھ قدرتی صفات کا تذکرہ ہے کہ مومن کی زندگی میں طرح طرح کے حالات آتے رہتے ہیں۔خوشی اور غم کے بھی اور بیماری اور صحت کے بھی۔مگر وہ اپنے مالک کے بھروسے،توکل اور اعتماد پر چلتا رہتا ہے۔چاہیے کہ مومن اپنے دل کو پاک،صاف رکھے۔لوگوں سے نہ تو کوئی امید رکھے اور نہ ہی اُن کے خوف اور ڈر کو دل میں آنے دے۔ہر تکلیف اور بیماری میں بس اپنے اللہ ہی پر بھروسہ رکھے،کسی غیر سے مدد اور نجات کی امید اور توقع نہ رکھے۔بس ایسے ہی مومن گرتے پڑتے،اُٹھتے بیٹھتے،آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اچھے بُرے حالات سے گذرتے ہوئے اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔اور ایک منافق کے بارے میں آپ نے ایک اونچے لمبے چیڑھ کے درخت کی مثال بیان فرمائی کہ جس پر ہوائیں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ بظاہر کوئی دکھ، پریشانی، بیماری، تکلیف اُسے نہیں پہنچتی۔اپنے غرور، انا، کبر، بڑائی میں تنا ہوا کھڑا رہتا ہے اور نہ دنیا اسے ستاتی ہے یہاں تک کہ موت اُسے دبوچ لیتی ہے اور وہ اکھڑ جاتا ہے اور زمین پر گر جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور طویل حدیث کے آخر پر یہ بات آئی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا،اور فرمایا کہ:

''کامل مومن جب بیمار پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے دیتا ہے تو اس کی بیماری اس کے
گذشتہ گناہوں کے لیے تو کفارہ بن جاتی ہے اور آئندہ اس کے لیے نصیحت کا باعث بن
جاتی ہے۔لیکن جب منافق بیمار پڑتا ہے اور شفایاب ہوتا ہے تو وہ اس اُونٹ کی طرح ہوتا

---

[1] صحيح مسلم، ص: ١١٥٦، باب مثل المؤمن كالزرع و مثل الكافر كشجر الأرز، كتاب صفات المنافقين و أحكامهم، رقم الحديث: ٧٠٩٥.

ہے، جس کو اس کے مالک نے باندھا اور پھر کھول دیا مگر اُسے یہ سمجھ ہی نہیں آتی کہ کیوں اس کو باندھا اور کیوں کھولا گیا تھا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کی اس مجلس مبارکہ میں موجود حاضرین میں سے ایک شخص بولا: میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ بیماری ہے کیا چیز، خدا کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا: جا تو ہم میں سے نہیں'' [1]

بیماری میں بغیر عمل کے اجر و ثواب

بہت سے نیک اعمال، صحت اور اقامت کی حالت میں انسان کرتا رہتا ہے اور بیماری اور سفر اِن اعمال کی بجا آوری میں رکاوٹ بن جاتے ہیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوشخبری یہ بھی سُنائی ہے کہ اگر کوئی آدمی صحت اور اقامت میں اپنے اعمال کی پابندی کرتا رہے گا تو سفر اور مرض کی صورت میں یہ اعمال نہ کرنے کے باوجود اُسے ثواب ملے گا۔

''حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بار بار یہ بات ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی بیمار ہو جائے یا وہ سفر پہ چلا جائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں اُن اعمال کا ثواب ویسے ہی لکھا جاتا ہے جیسے وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا'' [2]

بیماریوں میں شہادت کی بشارت

اللہ کی راہ میں حقیقی شہادت کے علاوہ بھی مختلف احادیث میں 50 سے زائد ایسے سخت حالات اور شدید

---

[1] ابوداود، ج:٤، ص: ٥، باب الأمراض المكفرة للذنوب،أولٰ كتاب الجنائز، رقم: ٣٠٨٣.

[2] صحيح بخاري، كتاب الجهاد و السير، باب يكتب للمسافر مثل ما كان يعمل في الاقامة، رقم الحديث ٢٩٩٦.

بیماریوں کا تذکرہ ملتا ہے جن میں مبتلا ہونے والے کو بھی شہادت کی بشارت دی گئی ہے۔ علاّمہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو احناف کے بہت بڑے ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں ایسے 37 سے زائد شہداء کا ذکر کیا ہے جو کسی بیماری یا شدید حالات کا شکار ہو جاتے ہیں، جیسے ناگہانی موت یا حادثہ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح پیٹ کی تکلیف سے کوئی مر جائے یا حاملہ عورت جو ولادت کے عمل میں تکلیف سے مر جائے، یہ سب بھی شہادت کا درجہ رکھتے ہیں[1]۔ انسان کو چاہیے کہ کسی بھی مصیبت یا شدید بیماری میں مایوس نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

بیمار کی عیادت میں ثواب

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ:

"جب ایک مسلمان اپنے کسی مومن بھائی کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو واپس آنے تک وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی جنت میں جا کر پھل چن رہا ہے"[2]

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ:

"جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو۔ (یعنی اس کی عمر اور زندگی کے بارے میں خوش کن اور اطمینان بخش باتیں کرو مثلاً یہ کہ تمہاری حالت بہتر ہے، انشاءاللہ تم جلد ہی تندرست ہو جاؤ گے) گو کہ اس طرح کی باتیں کسی ہونے والی چیز کو روک تو نہ سکیں گی لیکن اس سے اس کا دل خوش ہوگا"[3]

---

[1] ردالمحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی، ج: ۳ ص: ۱۹۴،۱۹۸، کتاب الجنائز، مطلب فی تعداد الشهداء.

[2] صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل عیادة المریض، رقم الحدیث: ۶۵۵۱.

[3] سنن الترمذی، ص:۵۹۶، باب تطییب نفس المریض، کتاب الطب، رقم الحدیث: ۲۰۸۷.

اور یہی عیادت کا مقصد ہے۔

مریض کو تسلی دینا اور ہمدردی کا اظہار کرنا بہت بڑے درجے کے اعمال میں سے اور مقبول ترین عبادات میں سے ایک عبادت ہے، مریضوں کی عیادت سے معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور تعلق بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمام ایسے کام پسند ہیں جن کی وجہ سے انسانی معاشرے میں امن اور سکون رہے اور لوگ ایک دوسرے کی طرف سے مطمئن رہیں۔

صحیح مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے سے پوچھیں گے کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار تھا اور تو نے میری عیادت نہیں کی۔

تو وہ شخص تعجب سے عرض کرے گا کہ میرے رب! میں کیسے تیری عیادت کو آتا۔ تُو تو سارے جہاں کا پروردگار ہے اور تُو تو میرے اللہ! بیماری سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا مگر تو نے اسے نہیں پوچھا۔ تم اگر اس کی عیادت کرتے تو مجھے اسی کے پاس پالیتے۔

اللہ تعالیٰ پھر اس بندے سے (یا کسی اور سے) پوچھیں گے کہ میرے بندے میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ وہ عرض کرے گا اے پروردگار! آپ کو کیسے کھانا پہنچاتا آپ تو سارے جہان کے پالنے والے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تم نے اسے نہیں کھلایا۔ اگر تم اس کو کھانا کھلا دیتے تو آج اس کھانے (کے ثواب) کو میرے پاس پا لیتے۔

اللہ تعالیٰ پھر پوچھیں گے کہ میرے بندے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تم نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ وہ عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! میں آپ کو کیسے پانی پلاتا آپ تو خود رب

العالمین ہیں۔ آپ کو تو اس کی ضرورت نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تم نے نہیں پلایا اور اگر تم اس کو پانی پلا دیتے تو آج اس کے ثواب کو میرے پاس پاتے۔“[1]

اس حدیث شریف کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھلانے اور پلانے کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تم مجھے اس کے پاس پاتے بلکہ یہ فرمایا کہ کھانے اور پانی کو میرے پاس پاتے یعنی اس پر ثواب ملتا اور مریض کے متعلق یہ فرمایا کہ مجھے تم اس کے پاس پاتے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مریض کی عیادت کرنا ایسی عبادت ہے جو کھلانے اور پلانے سے بھی افضل ہے۔

اسی لیے ہسپتال بنانا، ڈسپنسریاں بنانا، لوگوں کے لیے علاج معالجے کی سہولتیں مہیا کرنا اعلیٰ ترین عبادات میں سے ہے۔ صحیح عقیدے کے بعد بات صرف اچھے عمل کے ساتھ اخلاص اور صحیح نیت کی ہے۔ ڈاکٹروں اور ہسپتال میں کام کرنے والوں کو بھی چاہیے کہ اپنی ڈیوٹی میں بھی مریضوں کی عیادت کی نیت کرتے رہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کس سے کہیں کہ تو جو عیادت کے لیے گیا تھا تو اس وقت ہم تیرے ساتھ ہی تھے۔

عیادت کے آداب

عیادت کے آداب پر اگرچہ محدثین اور فقہا کرام رحمہم اللہ نے مستقل ابواب تحریر فرمائے ہیں لیکن یہاں پر دو احادیث نقل کی جاتی ہیں تاکہ ان پر آسانی سے عمل کیا جائے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب کسی مریض کی عیادت کی جائے تو عیادت کرنے والے کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ باوضو ہو۔ اس لیے کہ عیادت کرنا عبادت اور باعث ثواب ہے اور عبادت کرنے کے لیے باوضو ہونا مناسب ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، ص:١٠٦٦، باب فضل عیادة المریض، کتاب البر و الصلة، رقم الحدیث:٦٥٥٦.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے گیا اور اس عیادت کرنے میں اس کی نیت اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کی بھی تھی، تو پھر اللہ تعالیٰ (اسے اتنا ثواب دیں گے کہ) اس شخص کے اور جہنم کے درمیان ستر سال کی مسافت حائل کردی جائے گی“[1]

مریض کی عیادت کرنے میں ایک تو باوضو ہونا اور دوسرے اللہ تعالیٰ سے عیادت پر ثواب کی امید رکھنا کچھ مشکل کام نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کا اہتمام کرے گا تو ان شاء اللہ اس اجر سے محروم بھی نہیں رہے گا۔

کسی مریض کی عیادت کے لیے بار بار جانے میں بھی کچھ حرج نہیں۔ البتہ یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ مریض یا اس کے تیماردار تنگ نہ پڑ جائیں۔

”حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے اور حضرت رسالت مآب ﷺ نے خیمہ مسجد نبوی ہی میں لگوا دیا تھا تا کہ آپ کو ان کی عیادت کرنے میں سہولت رہے“[2]

مریضوں پر دم اور دعاؤں کا پڑھنا

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور اس موقع پر پڑھنے کے لیے ایسی کامل دعائیں ارشاد فرمائی ہیں جو مریضوں پر پڑھی جائیں یا آدمی خود بیمار ہو تو اپنے لیے پڑھے۔ کفر اور جاہلیت کے زمانے میں بھی لوگ اپنے مریضوں کے علاج کے لیے جھاڑ

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في فضل العيادة على وضوء، ص: ۳۹۳. رقم الحديث: ۳۰۹۷.

[2] سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في فضل العيادة على وضوء، ص: ۳۹۴. رقم الحديث: ۳۱۰۱.

پھونک کرتے تھے اور جادو اور منتر کے ذریعے جنات اور شیاطین سے مدد مانگتے تھے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت پر یہ احسان فرمایا کہ کفر اور شرک کے اس دروازے کو بند کیا اور اللہ کے ذکر پر مشتمل ایسی دعائیں سکھائیں جن سے اللہ کی رحمت کی چادر مریض کو ڈھانپ لے اور جیسے بیماریوں کا جسمانی علاج ڈاکٹر وغیرہ سے کرایا جاتا ہے ایسے ہی ان دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو حقیقی شفا نصیب فرمائیں۔

1۔ مریض کو دم کرنا:

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ سکھایا کہ جب کسی کو مرض لگ جائے تو عیادت کرنے والے کو چاہیے کہ اپنا دایاں ہاتھ مریض کے جسم پر پھیرے اور تین بار یہ دعا پڑھے:

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا.

''اے انسانوں کے پروردگار اس بندے کی تکلیف کو دور فرمادیں اور شفا عطا فرمادیں کہ آپ ہی شفا دینے والے ہیں۔ اور شفا تو بس وہی ہے جو آپ عنایت فرمادیں۔ اپنے اس بندے کو ایسی شفا دے دیں کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے''[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے ہاں گھر میں کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپ یہ دعا فرماتے تھے اور اس کے جسم پر دایاں ہاتھ پھیرتے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری، باب دعاء العائد للمریض، ص: ۱۱۷۹، رقم الحدیث: ٤٦٧٥.

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَأسَ اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِیُ لَا شِفَآءَ اِلَّاشِفَاءُ کَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَماً۔[1]

2۔ کسی سے دم کرانا:

صحیح مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت رسالت مآب ﷺ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو کچھ تکلیف ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسے ہی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں دم کردوں۔ آپ نے فرمایا کہ جی! کر دیجئے۔ تو انہوں نے اس طرح سے پڑھا:

بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ. اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ.

''میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کو دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف پہنچائے، ہر اس شخص کی برائی سے جس میں شر ہے اور ہر حسد کرنے والی آنکھ سے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا بخشیں اور اللہ تعالیٰ کے نام سے ہی آپ کو جھاڑتا ہوں''[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۵۷۴۲.

[2] صحیح مسلم، کتاب الطب، باب الطب و المرض و الرقی، رقم الحدیث: ۵۷۰۰.

(ترمذی کی روایت میں اس دعا کے الفاظ میں ایک جگہ معمولی سا فرق ہے اور "مِنْ عَيْنٍ حَاسِدَةٍ" کے الفاظ ہیں یعنی ہر حسد کرنے والے کی آنکھ سے۔ دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری میں کسی سے دم کرانا بھی حضرت رسالت مآب ﷺ سے ثابت ہے۔اس پر عمل کرنا چاہیے۔

3۔خود اپنے اوپر دم کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

"حضرت رسالت مآب ﷺ جب خود بیمار ہوتے تو معوذات (آخری دونوں قل) پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے اور خود اپنا دستِ مبارک اپنے جسم پر پھیرتے۔ پھر جب آپ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپ نے وفات پائی تو میں وہی معوذات پڑھ کر آپ پر دم کرتی جن کو پڑھ کر آپ دم کیا کرتے تھے۔ اور آپ کا دستِ مبارک آپ کے جسم پر پھیرتی" [1]

4۔بچوں پر دم:

مشکوٰۃ شریف کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ اپنے دونوں نواسوں (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر دم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَآمَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَآمَّةٍ.

"میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس کے پورے پورے برکتوں والے کلام/ جملوں کے ساتھ ہر شیطان کے شر سے اور ہر کاٹنے والے زہریلے جانور کے شر سے اور ہر نظر لگانے والی

---

[1] صحیح مسلم ،ص:۹۲۹، باب رقیۃ المریض بالمعوذات، کتاب الطب، رقم الحدیث:۲۱۹۲.

آنکھ کے شر سے"۔[1]

ماؤں کو چاہیے کہ ان الفاظ کے ساتھ اپنے بچوں کو دم کیا کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علیہم السّلام پر ان کلمات سے دم کرتے تھے۔

5۔ مریض کے لیے دعا:

مشکوٰۃ شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی کسی مسلمان کی عیادت کے لیے جاؤ تو سات مرتبہ یہ دعا پڑھ لینا:

أَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ.

"میں سوال کرتا ہوں اللہ سے جو بڑی عظمت والا ہے اور جو عرش جیسی عظیم الشان چیز کا پروردگار ہے کہ وہ تجھے صحت وشفا عطا فرمادیں"۔[2]

آپ نے فرمایا کہ اگر اس کی موت کا وقت نہیں آچکا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے شفا عطا فرمادیں گے۔

6۔ جسم میں درد کے لیے عمل:

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جسم میں درد ہوتا تھا اور اتنا شدید درد تھا کہ مجھے ایسے لگتا تھا کہ میری جان نکل جائے گی۔ اس کے لیے میں حضرت رسالت مآب ﷺ

---

[1] مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض و ثواب المرض، الفصل الاول، ج:٢، ص: ٦١٤، رقم الحديث: ١٥٣٥.

[2] مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض و ثواب المرض، الفصل الثانى، ج:٢، ص: ٦١٩، رقم الحديث: ١٥٥٣.

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے اس شدید تکلیف اور درد میں مبتلا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ جس جگہ درد ہے وہاں اپنا دایاں ہاتھ رکھو اور تین بار بِسْمِ اللّٰہ پڑھو۔ (یا پورا کلمہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ لیا جائے۔) اس کے بعد سات مرتبہ یہ پڑھو:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ.

''میں اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت اور قدرتِ کاملہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بیماری/تکلیف کے شر سے جو مجھے لاحق ہے اور اس سے بھی جس کا مجھے خوف وخطرہ ہے''[1]

ایک دوسری روایت میں یہ دعا اس طرح سے بھی آئی ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ، اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ.[2]

ایک روایت میں اس دعا/دم کا طریقہ ایسے بھی منقول ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاؤ اور پھر یہی دعا تلقین فرمائی جو اوپر نقل کی گئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونک لو اور پھر اپنے اِس ہاتھ کو سارے جسم پر مل لو۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطب، باب استحباب وضع یدہ علی موضع الألم مع الدعاء، رقم الحدیث:۵۷۳۷.

[2] مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض و ثواب المرض، الفصل الاول، ج: ۲، ص:۶۱۳، رقم الحدیث: ۱۵۳۳.

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمادی، میری تکلیف دور ہوگئی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے 'موطا' میں اس دعا کا یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ اپنا ہاتھ درد کے مقام پر رکھو اور پھر یہ دعا سات مرتبہ پڑھ کر اپنے اُسی ہاتھ پر پھونک کر اپنا ہاتھ درد کے مقام پر پھیر لو۔

جس طرح سے بھی ان منقول طریقوں سے دم کیا جائے گا، سب درست ہے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں برابر اپنے گھر والوں کو یہ دعا تلقین کرتا ہوں اور سکھاتا ہوں۔

7۔ آنکھ کی تکلیف، درد اور بخار میں پڑھنے کی دعا:

حضور اقدس ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنکھ کی تکلیف میں، اور بعض روایات میں آتا ہے کہ تمام دردوں کے لیے یہ دعا سکھاتے تھے اور اسی طرح بخار کے لیے بھی یوں فرماتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُبِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ.

"اللہ کے نام سے جو کبیر (بڑائی والا) ہے، میں پناہ چاہتا ہوں اس عظیم ذاتِ باری تعالیٰ کی ہر اس رگ کی برائی سے جو پھڑکنے لگے، جوش مارنے لگے اور آگ کی گرمی/تپش کے عذاب سے (یعنی اس شدید بخار سے)"[1]

8۔ پتھری/پیشاب کی تکلیف میں پڑھنے کی دعا:

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں سے

[1] ابن ماجه، كتاب الطب، باب مايعوذ به من الحمى، ج:٤، ص: ١٤٢، رقم الحديث:٣٥٢٦.

کوئی بیمار ہو جائے تو یوں پڑھا کرو:

رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُکَ. أَمْرُکَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. کَمَا رَحْمَتُکَ فِی السَّمَآءِ، فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ فِی الْاَرْضِ. اِغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَایَانَا. اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ. اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِکَ وَ شِفَآءً مِّنْ شِفَآءِکَ عَلٰی ھٰذَا الْوِجْعِ.

''ہمارا پروردگار وہ اللہ ہے جسکی بادشاہی آسمان میں بھی ہے۔ اللہ آپ کا نام پاک ہے اور آسمانوں اور زمین میں آپ ہی کا حکم چلتا ہے۔ اللہ جیسے آپ کی رحمت آسمان میں ہے ویسے ہی اپنی رحمت زمین میں بھی کر دیں۔ ہمارے گناہوں سے درگذر فرمائیں اور ہماری خطاؤں کو بخش دیں۔ اے اللہ جو پاک لوگوں کے پروردگار ہیں، اپنی رحمت کے خزانوں میں سے کوئی حصہ رحمت کا اور شفا کے خزانوں میں سے کوئی حصہ شفا کا اس درد/ تکلیف کے لیے نازل فرمادیں'' [1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اس نے اپنے والد کی تکلیف بیان کی کہ

---

[1] ابوداود، ج:٤، ص: ٣٣٣، باب کیف الرقی کتاب الطب، رقم الحدیث:٣٨٨٨.

ان کو پتھری کی تکلیف ہے اور پیشاب بند ہو جاتا ہے تو انہوں نے اس کو یہی دعا تلقین فرمائی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پیشاب کی تکلیف میں یہ دعا ارشاد فرماتے تھے۔

9۔ بچھو/ زہریلے جانور کے کاٹے پر دم:

اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے 'شعب الایمان' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ:

> ''ایک شب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تو ایک بچھو نے آپ کے ہاتھ پر کاٹ لیا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے جوتے سے اُسے مار دیا اور فرمایا: خدا تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے نہ نمازی کو بخشتا ہے نہ غیر نمازی کو اور یا یہ فرمایا کہ نہ نبی کو بخشے ہے نہ غیر نبی کو۔ اس کے بعد آپ نے ایک برتن میں پانی اور نمک ملا کر بچھو کے کاٹے کی جگہ پر ڈالتے رہے اور معوذتین (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس) پڑھ پڑھ کر ہاتھ پھیرتے اور دم کرتے رہے''[1]

10۔ گناہوں سے معافی:

ترمذی کی روایات میں حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مریض کو پڑھنے کے لیے یہ 5 جملے ارشاد فرمائے۔ (اور یہ صحت مند انسان بھی پڑھ سکتا ہے):

(۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

(۲) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه.

(۳) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا شَرِيْكَ لَهٗ.

---

[1] شعب الإيمان للبيهقي، باب في تعظيم القرآن، فصل في الاستشفاء بالقرآن، ج: ٢، ص: ٥١٨، رقم الحديث: ٢٥٧٥.

(۴) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ.

(۵) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ.[1]

حدیث شریف میں آتا ہے کہ یہ پانچ جملے تم دن میں پڑھ لو یا رات میں پڑھ لو یا پورے مہینے میں پڑھ لیا کرو، اور اگر کوئی اِسے پڑھے اور اِس دن میں یا رات میں یا پورے مہینے میں مرجائے (یا کوئی مریض ہو اور اس مرض میں اس کا انتقال ہوجائے) تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہوں کو بخش دے گا۔

11۔درجہ شہادت:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ "مستدرک" میں اس روایت کو لائے ہیں کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی بیماری میں 40 مرتبہ یہ پڑھے گا تو اگر اس مرض میں اس کا انتقال ہوگیا تو اللہ تعالیٰ اُسے شہادت کا اجر دیں گے اور اگر اُسے شفا ہوگئی تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ وہ دعا یہ ہے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ.

"اے اللہ آپ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بس تیری ہی ذات پاک ہے (ہر عیب سے) اور بلاشک وشبہ میں ہی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہوں"۔[2]

البتہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت میں کبیرہ گناہ شامل نہیں ہوتے اور نہ ہی حقوق العباد ساقط ہوتے ہیں۔ اُن کے لیے توبہ اور ازالہ کا حکم ہے۔

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول العبداذامرض، رقم الحدیث: ٣٠٣٤.

[2] المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتهلیل، ج: ١، ص: ٦٨٥، رقم الحدیث ١٨٦٥.

12۔حضرت رسالت مآب ﷺ کا لعابِ مبارک سے دم کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص بیمار پڑتا یا اس کے جسم میں کہیں زخم یا درد ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنے لعابِ مبارک کو اپنی انگلی پر لگاتے اور اسے مٹی میں ملاتے پھر اسے مریض کے زخم یا درد کی جگہ پر مل دیتے اور یہ کلمات پڑھتے:

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا.

"اللہ کے نام کے ساتھ، ہماری یہ زمین کی مٹی اور ہم میں سے کچھ لوگوں کا تھوک جب اس کے ساتھ مل جاتا ہے، تاکہ یہ اللہ کے حکم کے ساتھ، ہمارے مریضوں کو شفا دے"[1]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ اپنی شہادت کی انگلی سے یہ عمل فرماتے تھے۔

علماء کرام نے اس مقام پر یہ بحث کی ہے کہ آیا یہ عمل اور دم حضرت رسالت مآب ﷺ کے لعاب مبارک کے ساتھ مخصوص تھا یا کہ باقی لوگ بھی اس سنّت پر عمل کر سکتے ہیں؛ بہت سے علمائے کرام اس جانب گئے ہیں کہ حدیث شریف کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باقی امّت بھی یہ عمل کر سکتی ہے۔ "ہماری زمین کی مٹی" اور "ہم میں سے کچھ لوگوں کا تھوک" کے الفاظ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ یہ عمل عام ہے اور مٹی اور تھوک کے ملنے سے شفا ہوتی ہے جب کہ اللہ کا حکم اس میں شامل ہو جائے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطب، باب استحباب الرقية من العين و النملة و الحمة و النظرة، رقم الحديث: ٥٧١٩.

13۔حضرت رسالت مآب ﷺ کے بالوں (موئے مبارک) سے شفا ہونا[1]

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ میں حضرت رسالت مآب ﷺ کے بالوں (موئے مبارک) کو پانی میں ڈال کر نکال لیا جاتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ معمول تھا کہ وہ پانی مریضوں کو شفا کے لیے پلاتے تھے۔

حج کے موقع پر حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے سر کے تمام بال (موئے مبارک) اتروائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور تبرک عطا فرمائے تھے[2]۔جنہوں نے اس عنایت کی پوری قدر دانی کی۔اب بھی بعض جگہوں پر یہ مبارک بال صحیح سند کے ساتھ محفوظ چلے آتے ہیں۔مگر افسوس کہ امت نے دین کے دیگر کئی شعبوں کی طرح اس طریقے اور نعمت کی طرف توجہ کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔چاہیے کہ جہاں کہیں ممکن ہو اپنے بیماروں کے لیے اس پانی کے پلانے کا اہتمام کیا جائے کیونکہ یہ موئے مبارک حضرت رسالت مآب ﷺ کے حقیقی جسمِ اطہر کا حصّہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اِن میں برکت رکھی ہے۔

اسی طرح خالص اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کرنا بھی وہ عمل ہے جس کی بیمار کے لیے احادیث میں ترغیب آئی ہے اور بالعموم لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔

اِن دعاؤں سے حاصل تعلیم

بیماری اور عیادت سے متعلقہ اِن احادیث اور دعاؤں کے مطالعہ اور ان کے الفاظ پر غور وفکر سے دین و شریعت کے اصل مزاج اور نبوّت کی تعلیم وتربیت کی صفات اور گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب انسان

1۔ لعابِ مبارک کی برکات پر تفصیلی بحث مؤلف کی کتاب ''حدیثِ وفا'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

2۔ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الحلق و التقصير، ج: ٢، ص:٦٨، رقم الحديث: ١٩٨١.

ایک ناگہانی مصیبت اور بیماری کی حالت میں ہر طرح سے بے بس ہو جائے تو بجائے گلہ شکوہ کرنے اور مایوس ہونے کے اپنے ربّ حقیقی کے سامنے اپنے عجز، ضعف اور بندگی کا اظہار کرے، اپنے حالات پر غور وفکر کرے اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے مالک کی طرف یکسوئی سے جھک جائے۔ان دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی ذات وصفات میں یکتائی اور عظمت وبڑائی کے بیان کے ساتھ بندوں کے لیے عاجزی، انابت اور بندگی کی تعلیم ہے۔حضرت رسالت مآب ﷺ نے امت کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن اور امید ویقین کے ساتھ جینا سکھایا ہے۔معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور بیماری، قدرتی آفات ومصائب میں ایک دوسرے کے کام آنا، امید دلانا، دل بڑھانا اور تعلق مع اللہ کا سبق سکھایا ہے۔صحت وبیماری، خوشی وغمی، اچھے برے تمام حالات میں ایک اللہ سے امید اور خوف کا تعلق رکھنا اور اس کے علاوہ کسی سے کوئی امید اور خوف نہ کرنا یہ نبوّت کی وہ آفاقی تعلیم ہے جو ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد اور اور ترقی ونجات کا ذریعہ ہے۔اسی لیے بیماریوں میں علاج کے ذرائع، ڈاکٹر، طبیب اور دوائیوں پر ایسا یقین کہ اس کے مقابلے میں خدا یاد ہی نہ آئے اور نہ خیال میں یہ شبہ ہی گذرے کہ جس قادرِ مطلق نے صحت وعافیت جیسی نعمت سے نوازا تھا اسی کی قدرتِ کاملہ کا یہ دوسرا پہلو بیماری کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور اس کی طرف رجوع کا خیال تک نہ آئے تو اپنے ایمان کا از سرِنو جائزہ لینا چاہیے۔اور چاہیے کہ غور وتدبّر اور اس ایمان اور یقین کے ساتھ ان دعاؤں کو پڑھے کہ شفا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے وہ چاہے تو دواؤں کے ذریعے یا طبیب وڈاکٹر کی رہنمائی کے ذریعے دے دے اور چاہے تو بغیر کسی سبب وعلاج کے محض اپنے لطف وکرم اور رحمت وفضل سے عنایت فرمادے۔اس لیے ایک مومن کا یہ ایمان اور عقیدہ ہونا چاہیے کہ دوا ہو یا دعا، شفا تو اللہ تعالیٰ نے ہی دینی ہے وہ جب چاہے جس چیز میں چاہے اور جس کے لیے چاہے اثر رکھ دے۔کسی حال میں بھی اس ذاتِ مقدّسہ پر اعتماد، توکل وبھروسہ اور امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

منافق اور جھوٹے/ دغاباز کے لیے عبرت و نصیحت

ایک گنہ گار مومن کے لیے بیماری جس طرح نصیحت اور رحمت بن جاتی ہے اور اُس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں، طبیعت میں بہیمیت (حیوانیت) کم ہوتی ہے، ملکیت (فرشتوں کی صفات/ پاکیزگی) پیدا ہوتی ہے، آخرت کا خوف اور تعلق مع اللہ نصیب ہوتا ہے اسی طرح ایک منافق کے لیے بیماری ایک ایسی کسوٹی ہے جو اس کے باطن کی گندگی، شروفساد اور بغاوت کو ظاہر کر دیتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت 'نسائی' میں آئی ہے کہ:

> ''حضرت رسالت مآب ﷺ ایک دیہاتی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اسے بخار کی حالت میں پاکر تسلی دی اور فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، کوئی نقصان کی بات نہیں اس بخار میں، انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے، گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے۔ وہ بگڑ کے بولا کیسے کوئی حرج کی بات نہیں، اس بخار نے تو مجھ بوڑھے آدمی کو جلا کے رکھ دیا ہے اور لگتا ہے کہ قبر تک پہنچا کے چھوڑے گا اور تم کہتے ہو کہ ٹھیک ہو جاؤں گا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ سن کر فرمایا بس پھر ایسے ہی ہوگا جیسے تمہارا گمان ہے''۔

ایسے ہی انسانی اخلاق اور کردار کی کمزوریوں اور دھوکہ دہی کی صفات کا اظہار کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ کوئی مرد و عورت اپنے اندر ایسی بیماری اور تکلیف کو بیان کرتے ہیں جو حقیقتاً ان میں نہیں ہوتی جیسے جان بوجھ کر بے ہوش بن جانا، دورہ پڑنا، پیٹ میں تکلیف بتلانا، دل کی تکلیف بتانا وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے آئے دن معاشرے میں معالجین کو واسطہ پڑتا ہے۔ بڑی عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کا سامان اِن لوگوں کے لیے تعلیماتِ نبوی علیہ السّلام میں موجود ہے۔

حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے 'زاد المعاد' میں حضرت رسالت مآب ﷺ کی ایک حدیث اس مفہوم کی نقل کی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنے اندر ایسی کسی بیماری کو ظاہر کرے گا جو حقیقتاً اُس میں نہیں ہے تو وہ موت سے پہلے ضرور اُس میں مبتلا کیا جائے گا۔

آخری وقت میں کرنے کے اعمال

حضرت رسالت مآب ﷺ نے جو اس امت کی تعلیم کے لیے مبعوث کیے گئے تھے، پیدائش سے لے کر موت تک کوئی حالت ایسی باقی نہیں چھوڑی جس کے بارے میں تلقین اور ارشاد نہ فرمایا ہو اور ان کے خلفائے کرام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس تعلیم کے ایک ایک جزو کو باقی امّت تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی (جزاهم الله احسن الجزاء) حضرت رسالت مآب ﷺ سے یہ ارشاد بھی ہم تک پہنچا ہے کہ کوئی مسلمان اس حالت میں تین دن اور تین راتیں ایسی نہ گذارے کہ اس کی وصیّت اس کے پاس نہ لکھی ہو۔ بلکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس کے تکیے کے نیچے لکھی نہ رکھی ہو۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اِن الفاظ پر بھی اس تاکید سے عمل فرماتے تھے کہ ان کی وصیّت تکیے کے نیچے رکھی رہتی تھی علمائے کرام نے اس عمل کو مستحب لکھا ہے کہ کوئی آدمی اپنی زندگی ہی میں وصیّت کر جائے۔ گو کہ قرآن کریم میں وراثت کے احکامات نازل ہونے کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی لیکن پھر بھی چاہیے کہ اپنے پیچھے والوں کو یہ وصیّت کرے کہ اس کے مال و جائداد کو شریعت کے مطابق تقسیم کیا جائے، اس کی موت پر اور تجہیز و تکفین میں حضرت رسالت مآب ﷺ کی سنّت پر عمل کیا جائے، سنّت کے خلاف کوئی عمل نہ کیا جائے، وغیرہ اور پھر اگر مریض کی بیماری میں ایسے آثار ظاہر ہوں کہ اب یہ اس کا آخری وقت ہے یا ڈاکٹر/طبیب وغیرہ کسی مرض کو لاعلاج قرار دے دیں تو اہتمام سے ان احادیث مبارکہ پر عمل کرنا چاہیے۔

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسالت مآب ﷺ سے

آپ کی وفات کے تین ہی دن پہلے سُنا: تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اُس کو ایسی حالت میں موت آئے کہ اُس کو اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہو۔[1]

(2) حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' ہو وہ جنت میں جائے گا۔[2]

(3) حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ: مرنے والوں کو کلمہ، ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کی تلقین کرو۔[3]

حضرت رسالت مآب ﷺ کے اس ارشاد مبارک کی تشریح میں علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ کلمہ تلقین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے سامنے آہستہ آواز میں کلمۂ طیبہ پڑھنا چاہیے تا کہ وہ اُسے سن لے اور اس کا دھیان اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف ہو جائے۔ اس حالت میں مریض کو کلمہ پڑھنے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بسا اوقات تکلیف کی شدّت میں اس کے منہ سے کچھ بھی نکل سکتا ہے۔

اسی طرح ایسے وقت میں مریض کے پاس سورۂ یٰس، پڑھنے کا ارشاد بھی وارد ہوا ہے۔

(4) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰس پڑھا کرو۔[4]

---

[1] سنن أبی داود، ج:٤، ص:١٨، باب مایستحب من حسن الظّنّ باللّٰہ عندالموت، کتاب الجنائز، رقم الحدیث:٣١٠٤.

[2] سنن أبی داود، ج:٤، ص:١٩، باب فی التلقین، کتاب الجنائز، رقم الحدیث:٣١٠٧.

[3] صیح مسلم، ص:٣٥٦، باب تلقین الموتی لا الہ الا للّٰہ، کتاب الجنائز، رقم الحدیث:٩١٦.

[4] سنن أبی داود، ج:٤، ص:٢١، باب القراءة عند المیت، کتاب الجنائز، رقم الحدیث:١٣١٢.

جب کسی کا انتقال ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے

(1) حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ان کے شوہر ابو سلمہ کی وفات کے وقت) حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف لائے، ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں، آپ نے اُن کو بند کر دیا اور فرمایا:- جب رُوح جسم سے نکال لی جاتی ہے تو بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے (اس لیے موت کے بعد آنکھوں کو بند ہی کر دینا چاہیے۔ آپ کی بات سُن کر) ان کے گھر کے آدمی چلاّ چلاّ کر رونے لگے (اور اس رنج اور صدمہ کی حالت میں ان کی زبان سے ایسی باتیں نکلنے لگیں جو خود ان لوگوں کے حق میں بددُعا تھیں) تو آپ نے فرمایا:- لوگو! اپنے حق میں خیر اور بھلائی کی دُعا کرو، اس لیے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو ملائکہ اس پر امین کہتے ہیں۔ پھر آپ نے خود اس طرح دُعا فرمائی:

"اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما، اور اپنے ہدایت یاب بندوں میں ان کا درجہ بلند فرما، اور اس کے پس ماندگان کی بجائے تو ہی سرپرستی اور نگرانی فرما، اور ربّ العالمین ہمیں اور اسے بخش دے اور اس کی قبر کو وسیع اور منور فرما"[1]

(2) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: "جس صاحبِ ایمان پر کوئی مصیبت آئے (اور کوئی چیز فوت ہو جائے) اور وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے جو عرض کرنے کا حکم ہے، یعنی:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

"ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہم سب لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری اس مصیبت میں اَجر عطا فرما، اور (جس چیز سے میں محروم ہو گیا ہوں) اس کے بجائے اس سے بہتر مجھے عطا فرما"[2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی إغماض المیت والدعاء له إذا حضر، رقم الحدیث: ۲۱۳۰.

[2] صحیح مسلم، ص: ۳۵۶، باب ما یقال عند المصیبة، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۲۱۲۶.

تو اللہ تعالیٰ اس چیز کے بدلے میں اس سے بہتر ضرور عطا فرمائے گا۔

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسالت مآب ﷺ کی معیت میں ابو سیف آہن گر کے گھر گئے۔ یہ ابو سیف حضرت رسالت مآب ﷺ کے فرزند ابراہیم (علیہ وعلیٰ أبیہ السّلام) کی دایہ اور مرضعہ (خولہ بنت المنذر) کے شوہر تھے (اور ابراہیم اس وقت کے رواج کے مطابق اپنی دایہ کے گھر ہی رہتے تھے)، حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کو اٹھالیا اور چوما اور (ان کے رخسار) پر ناک رکھی (جیسا کہ بچوں کو پیار کرتے وقت کیا جاتا ہے)، اِس کے بعد پھر ایک دفعہ (ان صاحبزادے ابراہیم کی آخری بیماری میں) ہم وہاں گئے، اس وقت ابراہیم جان دے رہے تھے (یعنی ان کا بالکل آخری وقت تھا) ان کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت رسالت مآب ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے عبد الرحمٰن بن عوف (جو ناواقفی سے سمجھتے تھے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ اس قسم کی چیزوں سے متاثر نہیں ہو سکتے، تعجب سے) انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی بھی یہ حالت؟ آپ نے فرمایا اے ابنِ عوف یہ (کوئی بُری بات اور بُری حالت نہیں بلکہ یہ) شفقت اور دردمندی ہے، پھر دوبارہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہے، تو آپ نے فرمایا: آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل مغموم ہے، اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہو (یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)، اور اے ابراہیم! تمہاری جدائی کا ہمیں صدمہ ہے۔[1]

(4) حضرت حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طلحہ ابن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، حضرت رسالت مآب ﷺ آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے (انکی نازک حالت دیکھ

---

[1] صحیح مسلم، ج:٤، ص:٣٧، باب رحمته صلی اللہ علیه وسلم الصبیان والعیال، و تواضعه، و فضل ذالك، كتاب الفضائل، رقم الحدیث:٢٣١٥.

کر) آپ نے دوسرے آدمیوں سے فرمایا: میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کی موت کا وقت آ ہی گیا ہے (اگر ایسا وقت ہو جائے) تو مجھے خبر کی جائے اور (انکی تجہیز و تکفین میں) میں جلدی کی جائے، کیونکہ کسی مسلمان کی میت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ گھر والوں کے بیچ میں دیر تک رہے[1]

ایسے موقعوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور سنت ہی کی وجہ سے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ میت کے جنازے اور تدفین میں کسی کے آنے کے انتظار میں تاخیر نہ کی جائے۔ اسی طرح اگر کسی کا انتقال جمعہ کے روز ہو تو جمعہ کے دن کی فضیلت اسے ضرور ملے گی لیکن بغیر کسی عذر کے جمعہ کی نماز کا انتظار نہ کیا جائے تاکہ تدفین میں تاخیر کی وعید سے بچ سکیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو غم اور حزن کے اس موقع پر بھی شریعت کے خلاف اعمال سے بچنا چاہیے۔ مرد کی میت کو عورتوں میں اور عورت کی میت کو مردوں میں نہیں رکھنا چاہیے۔

اعمال ــــ جن سے منع کیا گیا ہے

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو حضرت رسالت مآب ﷺ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیے ہوئے ان کی عیادت کے لیے آئے۔ آپ جب اندر تشریف لائے تو ان کو آپ نے "غاشیہ" میں یعنی بڑی سخت حالت میں دیکھا (یا یہ کہ آپ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے گرد آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے)، تو آپ نے فرمایا: "ختم ہو چکے" (یہ بات آپ نے یا تو ان کی حالت سے مایوس ہو کر اپنے اندازہ سے فرمائی یا بطور استفہام کے ان لوگوں سے آپ نے دریافت کیا جو وہاں پہلے سے موجود

---

[1] سنن أبی داود، ج: ٤، ص: ٣٧، باب التعجیل بالجنازہ، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ٣١٥١.

تھے)۔اُن لوگوں نے عرض کیا: نہیں حضرت! ابھی ختم تو نہیں ہوئے ہیں۔تو حضرت رسالت مآب ﷺ کو (اُن کی وہ حالت دیکھ کر) رونا آ گیا، جب اور لوگوں نے آپ پر گریہ کے آثار دیکھے تو وہ بھی رونے لگے، آپ نے ارشاد فرمایا: "لوگو! اچھی طرح سُن لو اور سمجھ لو! اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے رنج و غم پر تو سزا نہیں دیتا (کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار اور قابو نہیں ہے، اور زبان کی طرف اشارہ کرکے آپ نے فرمایا) لیکن اس زبان کی (غلط روی پر، یعنی زبان سے نوحہ و ماتم کرنے پر) سزا بھی دیتا ہے اور (اِنّا لِلّٰہِ پڑھنے پر اور دُعا اور استغفار کرنے پر) رحمت بھی فرماتا ہے[1]

(2) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابو بردہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابو موسیٰ ؓ (بیمار پڑے اور اُن) پر غشی کی کیفیت طاری ہوگئی تو اُن کی بیوی اُمِّ عبداللہ بلند آواز سے بین کے ساتھ رونے لگیں۔ پھر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوگیا اور ہوش آ گیا تو انہوں نے (اپنی ان بیوی سے) فرمایا: کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی (موت اور غمی کے موقع پر) سر مُنڈائے یا چلّائے یا کپڑے پھاڑے (اور جاہلیت کے ان طریقوں سے اظہارِ غم و ماتم کرے) تو میں اس سے بری اور بے تعلق ہوں۔[2]

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: جو کوئی (غمی اور موت کے موقع پر) اپنے رخساروں پہ طمانچے مارے اور مُنہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور اہلِ جاہلیت کے طریقے پر واویلا کرے وہ ہم میں سے نہیں (یعنی وہ

---

[1] صحیح مسلم ،ص:٣٥٨، باب البکاء علی المیت ، کتاب الجنائز ،رقم الحدیث: ٢١٣٧ .

[2] صحیح مسلم ،ج :١، ص:٩٨، باب تحریم ضرب الخدود و شق الجیوب والدعاء بدعوی الجاھلیة ، کتاب الإیمان ،رقم الحدیث: ١٠٤ .

ہمارے طریقے پر نہیں ہے)۔[1]

غم زدہ لوگوں کی خبر گیری

(1) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔۔جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیّت کی تو اس کے لیے مصیبت زدہ کا سا ہی اجر ہے۔[2]

(2) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کے والد ماجد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی، تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ: جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کیا جائے، وہ اس اطلاع کی وجہ سے ایسے حال میں ہیں کہ کھانے وغیرہ کی طرف توجہ نہ کرسکیں گے۔[3]

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تعزیت نامہ اور صبر کی تلقین

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تعزیّت نامہ لکھایا:

---

[1] صحیح مسلم، ج:۱، ص:۹۸، باب تحریم ضرب الخدود و شق الجیوب والدعاء بدعوی الجاھلیة، کتاب الایمان ،رقم الحدیث: ۱۰۳

[2] سنن الترمذی ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی أجر من عزی مصابا، رقم الحدیث: ۱۰۷۳ .

[3] سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء الطعام یصنع لأ ھل المیت ، رقم الحدیث: ۹۹۸ .

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے رسول محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام۔
سلام علیک! میں پہلے تم سے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں (بعد ازاں) دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ پر اجرِ عظیم دے، اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے، اور ہم کو اور تم کو نعمتوں پر شُکر کی توفیق دے۔
حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل وعیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیے ہیں اور اس کی سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اصول کے مطابق تمہارا لڑکا بھی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا)۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اُٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور جب اس کی مشیت ہوئی تو اپنی اس امانت کو تم سے واپس لے لیا۔
وہ تم کو اس کا بڑا اجر دینے والا ہے، اللہ کی خاص نوازش اور اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب اور رضاءِ الٰہی کی نیت سے صبر کیا پس اے معاذ! صبر کرو اور ایسا نہ ہو کہ جزع وفزع (بے صبری، رونا پیٹنا) تمہارے قیمتی اجر کو غارت کر دے اور پھر تمہیں ندامت ہو (کہ صدمہ بھی پہنچا اور اجر سے بھی محرومی رہی) اور یقین رکھو کہ جزع وفزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے رنج وغم دُور ہوتا ہے، اور اللہ کی طرف سے جو حُکم اُترتا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے، بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔ والسّلام [1]

---

[1] المعجم الأوسط للطبرانی، ج:١، ص: ٣٧،٣٦، باب الألف، من اسمه أحمد، رقم: ٨٣.

مفتی محمد سعید خان صاحب

کے FM 100 اور اس کے علاوہ دیگر مواقع پر نشر ہونے والے چند بیانات کے موضوعات کی فہرست

تفسیر سورۃ الفاتحہ

تفسیر سورۃ البقرۃ (جاری)

تفسیر سورۃ الحج (جاری)

تفسیر سورۃ یٰسین (جاری)

صحیح عقائد (تفصیلی بیانات) (جاری)

توحید کی اہمیت (ایمان کی سلامتی سب سے اہم)

ایمان کے مختلف شعبے

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وحدۃ الوجود کے بارے میں بیان

تقدیر کے متعلق بیان / وقت کی اہمیت

ختم نبوت (قادیانیوں کو قبول اسلام کی دعوت)

حضور اقدس حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلو

حضور اقدس حضرت محمد ﷺ کے آباؤ اجداد

فضائل ومناقب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

فضائل ومناقب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

فضائل ومناقب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

فضائل ومناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ

فضائل ومناقب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں بیان

طہارت اور وضو کا صحیح طریقہ

تیمم کے احکامات اور مسائل

اذان اور اقامت کہنے کا صحیح طریقہ

نماز کے صحیح اوقات

نماز کے فرائض

نماز جنازہ اور تدفین کا صحیح طریقہ

حج وعمرہ کا سنت طریقہ

عیدالاضحیٰ پر قربانی کا صحیح طریقہ

انسانی تعلقات اور معاملات

تصوف کی حقیقت اور اعتدال کا راستہ (عبقات)

تصوف میں حق اور باطل کا فرق (عبقات)

اخلاقیات میں ادب کا مقام (عبقات)

اخلاقیات

روحانی طہارت (حجۃ اللہ البالغہ)

اللہ کی یاد

انسانیت کی تعلیم (عبقات)

اسلام میں تعلیم کی اہمیت (تاریخ کے حوالے سے بات)

جدید تعلیم وتہذیب شریعت کا نقطہ نظر

تعلیم نسواں کی اہمیت

معاشرے میں جرائم کی وجوہات (عبقات)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ عنایت اللہ مشرقی، غلام احمد پرویز، تجزیہ اور صراط مستقیم

فلسفہ کی مختصر تاریخ اور تشریح

المنادکے اغراض ومقاصد

المناد کی دعوت کا اصل ہدف فرد ہے اور فرد کی اصلاح کیلئے ہر ماہ
آپ کی خدمت میں پیش ہے:۔

(۱) قرآن کریم کا آسان ترجمہ اور عام فہم تفسیر۔

(۲) ریڈیو FM 100 سے نشر کیے جانے والے دو مشہور زمانہ پروگرام:۔

☆ الفرقان ☆ عبقات بصورت تحریر:۔

(۳) روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا شریعت کے مطابق حل۔

AL MUNAD

MONTHLY

29/ Press, Dec ڈیکلریشن نمبر

Safar 1431/ February 2010
Volume- 1
Issue- 1

Printed and published at Instant Print System (Pvt) Ltd.
G-10/4, Islamabad by Muhammad Rashid
on behalf of
AL-NADWA EDUCATIONAL TRUST
CHATTER PARK ISLAMABAD
PAKISTAN 46001